AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

A Critical Review of Mohsin Naqvi's Manqabat Nigari

محسن نقوی کی منقبت نگاری پرایک نظر

Dr.Parveen Kallu
Associate Professor Urdu Department , Government College University Faisalabad, drparveenkallu@gcuf.edu.pk
Dr.Nazia Sahar
Assistant Professor Department of Urdu Islamia College Peshawar
Dr.Syed Azwar Abbas
Lecturer Urdu Department Hazara University Mansehra

Abstract

The study of Arabic, Persian and Urdu poetry suggests that almost all the poets have written Manqabat in praise of the Prophet, Ahl-e-Bayt, Caliphs and the saints of Allah. Of course, all these entities are respected by every Muslim because they have the privilege of being close to God. Also, in the presence of the Messenger of Allah, may Allah bless him and grant him peace, his value is very high. Therefore, when a poet recites auspicious poems in honor of a chosen person, feelings of devotion, respect, honor and desire arise in his heart for that person. It is a natural thing that when we have a deep love for a person, everything related to him becomes the dearest and when it comes to the love of the Prophet, may Allah bless him and grant him peace. Through biography and hadiths, we have given our closeness and virtue to the names and persons of Islam, then we also automatically feel devotion to these holy persons.

Key Words: Mohsin Naqvi's Manqbat Nigari, Arabic, Persian, Urdu, Prophet, Ahl al-Bayt, Caliphs, saints of Allah, auspicious poems, persons of Islam, holy persons.

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

محسن کی منقبتوں سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان میں گویا عقیدتی جذبات کا ایک دریا رواں ہے۔ یہ جذبات ایک طرف تو محسن کے دل میں آل رسول م صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ کرام کی محبت کا وہ رخ دکھاتے ہیں، جو حسن کے عقیدے کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت قریبی تعلق رکھتے ہیں تو دوسری طرف محسن نے منقبتی شاعری میں جذبات کا بھرپور اظہار اکثر کسی خاص واقعے کی نشاندہی کرتے وقت بھی کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی شعر کی اصل روح وہ جذبات ہی ہوتے ہیں جو تخیل کے ساتھ ساتھ شاعر کے کلام کو ممتاز و منفرد بنانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی نکتے کو سید مسعود حسن رضوی ادیب نے یوں بیان کیا ہے:

> ”خیال کے ساتھ جذبات بھی شامل ہوں، یہ صفت اگر خیال میں موجود نہ ہوگی، تو باوجود تمام خوبیوں کے شعر ایک پیکر بے جان و روح، ایک گل بے رنگ و بو رہے گا۔ خیال کتنا ہی سچا، سادہ بلند اور باریک کیوں نہ ہو لیکن اگر اس میں تڑپ نہیں یعنی جذبات کی آمیزش نہیں، تو وہ شاعرانہ خیال نہ ہوگا، حکیمانہ یا واعظانہ خیال ہوگا۔(۱)“

اصناف شاعری میں جذبات کی یہ اہمیت یقینا محسن نقوی کے پیش نظر بھی رہی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حمد ونعت کے علاوہ مناقب آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم واہل بیت اطہار میں بھی جذبات کا التزام برقرار رکھا ہے۔ محسن نقوی کی منقبوں کا مطالعے کے بعد جو تجزیہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے، ان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان ہستیوں کے نسبی تعلق کا پہلو ملحوظ رکھا گیا ہے، چنانچہ سب سے پہلے ان مقبوں کا تذکرہ ہوگا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب کی شان میں لکھی گئی ہیں محسن کی ایک طویل نظم بعنوان نگہبان رسالت بیت کے اعتبار سے مسدس ہے اور اس میں حضرت ابو طالب کی شخصیت، ان کا سراپا، سیرت و کردار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بے پایاں محبت کے ساتھ ساتھ اس شعور اور علم و حکمت کا بھی اظہار محسن نے کیا ہے جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور نگہداشت کا ایک معیار قائم ہوا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی سے ہر مسلمان اچھی طرح واقف ہے اور جو دائرہ اسلام میں داخل نہیں لیکن تاریخ اسلام کے مطالعے سے دل چسپی رکھتے ہیں، وہ بھی ان واقعات سے کما حقہ آگاہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ رسول اللہ نے جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ جناب آمنہ آپ کی مربی تھیں لیکن ایک بیوہ خاتون کس حد تک اپنی اولاد کی پرداخت اور تربیت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں سب سے اہم شخصیت حضرت ابو طالب کی ہے جو تاریخ کا

اہم حصہ ہے۔آپ نے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت اور تربیت کی ذمہ داری قبول کی بلکہ ایک انداز سے انہیں محافظ رسول میں نے بھی کہا جاسکتا ہے۔ حضرت عبدالمطلب کے فرزند ہونے کی حیثیت سے بھی عرب میں حضرت ابو طالب کا مقام بہت بلند تھا۔اسی لیے جب اول اول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا پیغام ارسال کرنا شروع کیا تو اختلاف اور نا پسندیدگی کے باوجود قریش کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعرض کرتے۔اور اس کا سبب حضرت ابو طالب کی شخصیت اور اثر ورسوخ تھا۔ محسن نقوی نے نگہبان رسالت میں، میں حضرت ابو طالب کی زندگی کے وہ رخ نمایاں کیسے ہیں جن کے ذریعے انہوں نے رسول اکرم نے کی بچپن سے لے کر اپنی وفات تک حفاظت و نگہداشت کی۔اس مسدس میں بلند آہنگی کے ساتھ ساتھ تراکیب کا استعمال کلام کو محاسن سے آراستہ کر دیتا ہے۔ مثلاً یہ مصرع شیخ بطحا، ناصر دیں، سید عالی نسب.

حضرت ابو طالب کی سر پرستی ایک اہم حصہ ہے جسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا جائزہ لیتے وقت ہمیشہ بیان کیا جاتا ہے۔ان کے بعد دوسری اہم شخصیت حضرت خدیجتہ الکبری" کی ہے۔آپ عرب کی متمول خاتون تھیں،اسی لیے آپ کو ملیکتہ العرب" کہا جاتا ہے۔آپ کی تجارتی مصروفیات عرب میں خاص شہرت رکھتی تھیں۔ایک وقت ایسا آیا جب حضرت خدیجہ کسی صاحب کردار، امانت دار اور ذمہ دار شخصیت کی تلاش ہوئی جو ان کے تجارتی معاملات کی نہ صرف دیکھ بھال کر سکے بلکہ جو تجارتی قافلے عراق اور شام کی طرف جاتے تھے، ان میں بھی مکمل شرکت کر سکے۔اس ضمن میں ان کے ایک عزیز ورقہ بن نوفل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی پیش کیا کیونکہ کفار مکہ بھی متفقہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین مانتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت خدیجہ پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کی خوبیاں واضح ہوتی چلی گئیں۔اگرچہ وہ عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ سال بڑی تھیں لیکن انہوں نے رشتہ دیا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور کر لیا اور جناب ابو طالب نے آپ میلہ کا نکاح پڑھایا۔اس طرح حضرت خدیجہ کو یہ مرتبہ حاصل ہوا کہ وہ پہلی ام المومنین قرار پائیں۔آپ نے ہر ایک موقع پر جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی اور محبت احترام کے ساتھ غیر معمولی رفاقت کا ثبوت دیا اس کی مثال ملنی نا ممکن ہے۔واقعات سے تاریخ کے صفحات پوری طرح گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے کس طرح رفاقت رسول ملنے کا حق ادا کیا۔اس حوالے سے یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی عظمت کو یوں واضح کرتی ہے:

> ”خدا کی قسم اللہ نے اس سے بہتر کوئی عورت مجھے عطا نہیں کی۔ خدیجہ اس وقت
> مجھ پر ایمان لائیں جب دوسرے کفر پر تھے۔انہوں نے میری اس وقت تصدیق
> کی جب دوسرے مجھے جھٹلایا کرتے تھے۔انہوں نے بلا عوض اپنا مال و دولت

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

میرے اختیار میں دے دیا جب کہ دوسرے مجھ کو اس سے محروم رکھتے تھے۔ اللہ
نے میری نسل ان کی اولاد سے چلائی۔ (۳)"

یہی سبب ہے کہ جب کوئی مومن حضرت خدیجہ کی شخصیت کا تصور کرتا ہے تو عقیدت و مودت سے اس کے قلب و ذہن منور ہونے لگتے ہیں۔ محسن نقوی نے آپ کی شان میں جو منقبت لکھی ہے، اس کا عنوان ہی احترام اور عقیدت کی نمائندگی کرتا ہے۔ منقبت کا عنوان ہے "شمع شبستان رسالت، شمع شبستان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لیا استعارہ ہے جس میں احترام، شائستگی اور عقیدت بیک وقت موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ ازدواجی زندگی اور ازدواجی برتاؤ عام انسانوں کے حوالے سے لکھنا بھی آسان نہیں چہ جائیکہ حضرت محمد مصطفی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریک حیات کے بارے میں عقیدت اظہار کیا جائے، چنانچہ محسن نقوی نے جتنی صفات عالیہ حضرت خدیجہ الکبری" کی نسبت سے بیان کی ہیں ان میں احترام کا رخ ہر جگہ موجود ہے پہلے ہی بند میں دل سرور کونین ہے اور انجمن سید ثقلین اور حریم رخ حسنین کی روشنی قرار دیا ہے اور بیت میں حضرت فاطمۃ الزہرا کی طرف کنایہ یوں اظہار کیا ہے:

تاریخ میں اتنا بڑا اعزاز کہاں ہے
حد یہ ہے کہ تو خاتونِ قیامت کی بھی ماں ہے (۴)

بعد کے تمام بند قصیدے کے اسلوب میں لکھے گئے ہیں۔ تراکیب نادر اور مصرعے چست تخلیق کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد ام المعصومین کا موازنہ دیگر اہم خواتین سے کیا گیا ہے کہ جو اپنی اپنی جگہ مقام و مرتبے کی حامل ہیں لیکن حضرت خدیجہ الکبری کے مقابلے ان کی حیثیت کنیزوں سے زیادہ نہیں۔ محسن نقوی نے متعدد صفات کا تذکرہ براہ راست نہیں کیا ہے
بلکہ رمز میں کہیں اشارہ ہے اور کہیں کنایہ مثلاً ایک بند میں لکھا ہے:

رشتے میں تو کونین کے سادات کی جد ہے (۵)

اس کے بعد حضرت خدیجہ کے کردار، اسلام کے لیے دولت وزر اور حوصلہ و ہمت سے جو حصہ آپ نے ادا کیا، اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے محسن کہتے ہیں کہ اگر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد میرے مد نظر نہ ہوتا تو:

گر حکم شہ دو عالم نہ سمجھا
میں تجھ کو محمد سے کبھی کم نہ سمجھا

(۶)

اس سے قبل حمد اور نعت کی تاریخ میں تفصیل سے جائزہ لیا جا چکا ہے کہ حمد و نعت کا سرمایہ ان تمام مشرقی زبانوں میں ملتا ہے جن تعلق مسلم معاشرے سے ہے۔ ظاہر ہے کہ شاعری خواہ کسی علاقے کی بھی ہو شعرا کو اس امر پر ہمیشہ متوجہ کرتی رہی ہے کہ خالق کائنات کون ہے، انسان کی تخلیق کی غایت کیا ہے اور انسان اگر کسی اعتبار سے بھی انفرادی یا اجتماعی بے راہ روی کا شکار ہوتا ہے تو اس کی اصلاح کے لیے کن ہستیوں کو مبعوث کیا گیا ہے۔ اس زاویے سے دنیا کے ہر ادب میں خدا اور اس کے پیغمبروں یا اوتاروں کا تصور پایا جاتا ہے۔ خدا کی تعریف میں جو کچھ بھی لکھا گیا اس کے اصطلاحی عنوان ان کی اپنی زبانوں کی نوعیت اور کلچر پر منحصر ہوتے ہیں، جیسے ہمارے ہاں حمد کی اصطلاح رائج ہے۔ اسی طرح ہر قوم میں پیغمبر، اوتار اور مصلحین پیدا ہوئے، ان کے اوصاف اور معاشرے پر ان کے اثرات کو ہر قوم نے اپنے اپنے مطابق سراہا ہے۔ ہمارے یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کے لیے نعت کی اصطلاح مستعمل ہے۔ دیگر مذاہب میں پاک و ہند کی تاریخی اور جغرافیائی صورتِ حال کے پیشِ نظر ہم جانتے ہیں کہ ہندوستان کے مختلف لسانی معاشروں نے بھگوان یا ایشور کی تعریف میں گیت لکھے ہیں۔ اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی اپنے تصور خدا کے مطابق شاعری کی ہے۔ جس کے لیے Devotional Poetry کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، گوتم اور سری کرشن کے بارے میں مدحیہ شاعری کے کثیر نمونے پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر یہاں بیشتر عیسائی شعرا کا حوالہ دیا جا سکتا ہے ان میں "Farrie Queene" کا مصنف Spencer اور "Paradise Lost" کا ممتاز شاعر John Milton اور انیسویں صدی کے صوفی شاعر William Blake بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ بیسویں صدی میں حضرت عیسیٰ کی شخصیت، ان کی سیرت اور ان کے معجزات پر مبنی منظوم ڈرامے اور نظمیں T.S Eliot کی تخلیقات میں بھی شامل ہیں۔ William Blake نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں *"The Tyger کے عنوان سے جو نظم لکھی ہے وہ بہت مشہور ہوتی ہے اور انگریزی شاعری کے تقریباً ہر انتخاب میں اسے شامل کیا جاتا ہے۔ وہ نظم یہ ہے:

The Tyger (from Songs of Experience)

By William Blake

Tyger! Tyger! burning bright

In the forests of the night,

What immortal hand or eye

Could frame thy fearful symmetry?

In what distant deeps or skies Burnt the fire of thine eye?

On what wings dare he aspire?

What the hand dare sieze the fire?

And what shoulder, and what art Could twist the sinews of the heart?

And when thy heart began to beat,

What dread hand? and what dread feet?

What the hammer? What the chain?

In what furnace was thy brain?

What the anvil? What dread grasp

Dare its deadly terrors clasp?

When the stars threw down their spears,

And watered heaven with their tears,

Did the smile his work to see?

Did he who made the lamb make thee?

Tyger! Tyger! burning bright

In the forests of the night

What immortal hand or eye

Dare frame thy fearful symmetry? (۷)

نظم ''ٹائیگر'' کا اردو مفہوم کچھ یوں ہے :

شیر ببر، شیر ببر جنگلوں کی رات میں

تمہارے ابدی ہاتھ اور آنکھیں چمک رہی ہیں

کیا ان سے تمہاری غضبناک شبیہ بن سکتی ہے؟

کس فاصلے پر گہرائی میں یا بلندی میں

تمہاری آنکھ کی آتش فروزاں رہتی ہے

کس پرواز میں اس کی ایک خواہش اپنا ایک اظہار کرتی ہے

وہ کون سا ہاتھ ہے جو اس آگ کو پکڑنے کی جرات کرتا ہے

کس کاندھے پر اور کس ہنر سے

تمہارے دل کی دھڑکنوں کی خبر مل سکتی ہے

اور کب تمہارا دل دھڑکتا ہے

کیسے خوبصورت ہاتھ اور کیسے رعب دار ہاتھ

کیسا ہتھوڑا اور کیسی زنجیر

کس بھٹی میں انہیں پگھلایا گیا تھا

کون ہے جو ہمت کر کے ان غضبناک حوالوں کو

اپنی گرفت میں لے سکتا ہے؟

جب ستارے زمین کی طرف تیر برساتے ہیں

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

اور اپنے آنسوؤں سے آسمان کو غمناک کرتے ہیں

تو کیا وہ اپنی اس تخلیق کو دیکھ کر مسکراتا ہے؟

اور جس نے تمہارے لیے ایک میمنہ خلق کیا ہے

شیر بر، شیر ببر جنگلوں کی رات میں

تمہارے ابدی ہاتھ اور آنکھیں چمک رہی ہیں

کیا کوئی جرات کر سکتا ہے

ان سے تمھاری شبیہ بنانے کی

ہمارے یہاں شیر کا استعارہ حضرت علیؓ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور شیر خدا ان کا وہ لقب ہے جو انہیں بہادری، شجاعت اور دلیری کی وجہ سے عطا ہوا۔ جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب "A Short History of Sarasens" میں حضرت علی کے بارے میں یہ لکھا ہے:

"His bravery had won him the title of the "Lion of God." (۸)

یہی وجہ ہے کہ اردو، فارسی اور عربی کے کئی شعرا نے اپنی منطبقوں حضرت علی کے لیے اسد اللہ، شیر خدا نیم، ضرغام فنفر اور حیدر جیسے الفاظ استعمال کے لیے ہیں۔ مثال کے طور پر مولانا ظفر علی خان نے اپنی نظم " اسلام کا رخشندہ نظام میں حضرت علی کی منقبت یوں بیان کی ہے:

وہ شہر علم جس سے ہے ذات نبی مراد
دروازہ ہیں کھلا ہوا اس شہر کا علی
خیبر شکن قوت بازوئے مرتضی ہے
مرحب فگن ہے پنجہ شیر خدا علی (۹)

حفیظ جالندھری نے شاہ نامہ اسلام میں جہاں جنگ خندق کا واقعہ منظوم کیا ہے وہیں شیر خدا کے عنوان سے حضرت علی کی منقبت میں ایک نظم لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

شیر خدا

سنتے ہی علی المرتضیٰ نے دی صدا میں ہوں

فدا کار محمد مصطفےٰ نام خدا ہوں میں

یہ فرما کر جھپٹنا چاہتے تھے جانب دشمن

کہ ایسے وقت چپ رہنا نہیں تھا شیوہ احسن

رسول اللہ نے روکا علی کو اور سمجھایا

ابن عبدود ہے اے پسر حضرت نے فرمایا

وہ کافر پھر پکارا ہے کوئی جو سامنے آئے

نبرد آرا ہو مجھ سے آ کے جرات اپنی دکھلائے

ادھر سے پھر جناب شاہ مرداں نے کہا میں ہوں

یکے از سر فروشان محمد مصطفےٰ میں ہوں

اسی شیر خدا نے اٹھ کے پھر آواز دی میں ہوں

بفضل حق تجھ ایسوں کو اکیلا مکتفی میں ہوں (۱۰)

منقبوں کے علاوہ مراثی اور سلاموں میں بھی شیر کا استعارہ حضرت علی کے علاوہ، کربلا میں جرات و بہادری اور شجاعت ودلیری کی علامت حضرت امام حسین اور حضرت عباس کے لیے متعدد شعرا کے ہاں نظر آتا ہے۔مثال کے طور پر میرزا دبیر کا مشہور مرثیہ جو حضرت عباس کے حال کا ہے،اس کا یوں آغاز ہوتا ہے:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے

ہر قصر سلاطین زمن کانپ رہا ہے

شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو

جبرئیل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

(۱۱)

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

انیس کے ہاں مرثیوں کے ساتھ ساتھ سلاموں میں بھی یہ استعارہ دیکھنے کو یوں ملتا ہے:

شیر خدا ہوں، شیخ کا قبضہ ہے ہاتھ میں
ضرب خدا کی کس کو زمانے میں تاب ہے؟(۱۲)

کیا رحم تھا کہ شیر الہی نے رو دیا
جب آ گیا خیال یتیم اسیر کا(۱۳)

دکھائی تیغ اللہ کی ساعدوں نے چمک
علی کے شیر نے الٹا جو آستینوں کو(۱۴)

یثرب میں پوچھتا تھا جو شہ سے بچشم تر
دل مضطرب ہے اے اسد اللہ کے پسر (۱۵)

محسن نقوی نے بھی سینیئر شاعروں کا اتباع کرتے ہوئے اپنی منقبتوں میں حضرت علی کے لیے شیر کا استعارہ یوں استعمال کیا ہے:

جبریل کے پر، کفار کے سر، ہشیار کہ شیر ببر آیا
اے قلب و جگر، اے فکر و نظر، تیار کہ شیر ببر آیا
تاروں کے نگر، دھرتی کی سپر، بیدار کہ شیر ببر آیا
اے نازدل عقبی مدد ے اے تاج سر زہرا مدد ے
تو سخی تو اخی تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیر خدا مدد ے(۱۶)

عربی، فارسی، ہندی اور اردو شاعری کی تاریخ میں منقبوں کے باب میں سب سے زیادہ جو موضوع برتا گیا ہے وہ حضرت علی کی ذات وصفات پر مبنی ہے۔اس میں مسلک یا عقیدے کی کوئی تخصیص یا امتیاز نہیں ہے۔مسلمانوں کے علاوہ عیسائی، ہندو اور سکھ شعرانے بھی حضرت علی کی صفات اور آپ کے کردار و سیرت کے بارے میں مدحیہ شاعری کو مختلف زاویوں سے اس طرح لکھا ہے کہ عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں حضرت علی پر لکھی ہوئی منقبتوں کے جو مجلات تیار کیے گیے ہیں ان کا شمار آسانی سے ممکن نہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔حضرت علی کی سیرت، آپ کی شجاعت اور آپ کے تقوے کو آپ کی حین حیات ہی میں بار بار بیان کیا گیا۔اس وقت تک عالم اسلام کی حدود جہاں جہاں تک وسیع ہو چکے تھے وہاں فضائل علی پر خطیبوں اور شاعروں نے بہت کچھ کہا۔عربی میں فرزدق اور دعبل کے نام بطور خاص اہم ہیں جنھوں نے حضرت

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

علی اور اولاد علی کی غیر معمولی منقبتیں لکھی ہیں۔اسی طرح فارسی میں مولانا روم، حافظ شیرازی، عطار اور سنائی سے لے کر، غالب اور اقبال تک کی نہایت عقیدت مندانہ منقبتیں تاریخ میں رقم ہیں۔ جہاں تک اردو کا تعلق ہے یقیناًاس زبان میں مناقب علی کا سرمایہ بہت وقیع ہے۔ محسن نقوی کے پیش نظر یہ روایتیں رہی ہیں، چنانچہ جس طرح ان کی پوری مذہبی شاعری میں روایت کے ساتھ ساتھ جدت کے عناصر بھی نظر آتے ہیں، اسی طرح حضرت علی کی منقبتوں میں بھی انہوں نے مختلف اسالیب کے سہارے عقیدت کے پھول اکھٹے کر کے خوبصورت گلدستے بنائے ہیں۔اس ضمن میں کہیں ان کا انداز قصیدے کا ہے، کہیں نظم مسلسل کا اور کہیں کہیں انہوں نے غزل کے منفرد اشعار کی ہیئت میں منقبتیں لکھی ہیں۔یوم ولادت عالی کے موقعے پر حضرت علی کی شادی خانہ آبادی کے موقعے کی نسبت سے لکھی جانے والی منقبتوں کے علاوہ حق ایلیا میں جنگ خیبر سے متعلق پانچ تاریخی نوعیت کی نظمیں ہیں جس میں محسن کے تخیل نے حضرت علی کے گھوڑے اور تلوار کے درمیان مکالمے کی صورت بھی پیدا کر دی ہے۔ نظم خیبر نسبتاً بڑی بحر میں لکھی گئی ہے۔اور اس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

ہے۔

سلطان عرب معراج نسب اے ناصر ارض و سما مدد دے(۱۷)

اس کے بعد تین تین مصرعوں کے بند ہیں اور آگے ہر بیت کا اختتام اس مصرعے پر ہوتا ہے:

تو سخی، تو اخی، تو جلی کا ولی، تو علی تو ہے شیر خدا مدد دے(۱۸)

اس نظم میں حضرت علی کے فضائل جو آپ کی سیرت سے متعلق تمام روایات میں موجود ہیں ان کا تذکرہ بھی کیا گیا مثلاًذوالفقار کی تیزی، پر جبرئیل پر اس کی ضرب، اور پھر فلک سے زمین تک درود کی نورانی بارش، یہ منقبت جنگ خیبر تک ہی محدود ہے اور اس کے تاریخی رخ کو محسن نقوی نے اپنے خاص انداز میں پیش کیا ہے۔اس کے بعد مختصر نظمیں گھوڑا، تلوار، مرکب اور پھر تلوار ہیں۔ یہ نظمیں جنگ خیبر سے ہی متعلق ہیں۔ حضرت علی کے گھوڑے کی چال اور میدانِ جنگ میں اس کی کارکردگی کو ایک خاص آہنگ میں محسن نے نظم کیا ہے۔اس کے بعد حضرت علی کی تلوار یعنی ذوالفقار کے موضوع پر نظم ہے۔ اس کے پہلے مصرعے میں محسن نے حرف چ کی تکرار سے ایک خاص غنائیت اور روانی پیدا کی ہے :

چنچل، چمک کے چرخ پر چل چل مچل کے چل (۱۹

یہ دو نظمیں اس طرح لکھی گئی ہیں جیسے ذوالفقار علی، مرکب علی سے مخاطب ہو۔کیونکہ مرکب نے تو تلوار سے یہ کہا:

اعضا میرے سپرد ہیں روحوں کو تو سنبھال(۲۰)

اور تلوار مرکب سے کہتی ہیں :

ہر دشمن علی کو سموں سے کچل کے چل (۲۱)

پھر اگلی نظم مرکب کے مکالمے پر آغاز ہوتی ہے۔جب مرکب ذوالفقار کے تیور دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ خیبر میں آج موت کے چکر بھی دیکھنا۔ٹاپوں کی دھن پر اُڑتے ہوئے سر بھی دیکھنا۔پھر تلوار کا مکالمہ ہے۔جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے :

جی چاہتا ہے آج قیامت کا رن پڑے
گردن سے سر جدا ہوں بدن پر بدن پڑے(۲۲)

ان نظموں کو محسن نے ایک نئے انداز سے پیش کیا ہے ورنہ اس قسم کے مکالمے بعض شعراء کے یہاں دو چار مصرعوں سے زیادہ نہیں ملتے۔جنگ خیبر بلاشبہ وہ جنگ تھی جس میں فتح و نصرت کا علم تھامنے کے لیے ہر ایک پر امید تھا۔حضرت علی نے خیبر کا قلعہ نہایت بہادری و حکمت اور شجاعت سے فتح کیا۔حضرت علی کی شجاعت و دلیری، حکمت و دانائی اور منصفانہ فیصلوں کو دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں نے بھی کھلے دل سے سراہا ہے۔مثلاً Philip K. Hitti نے اپنی کتاب "History of Syria"میں حضرت علی کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

> "Ali was rich in those that from the Arab point of view, constitute a perfect man Eloquent in speech, sage in council, valiant in battle, true to his friends, magnanimous to his foes, tradition raised him to the position of paragon of Moslem chivalry". (۲۳)

ترجمہ:

عربوں کے نقطہ نظر سے علی میں یہ صفات اعلیٰ پائی جاتی تھیں جو ایک انسان کامل میں ہونی چاہئیں۔خطابت میں فصاحت و بلاغت، مشاورت میں صاحب فراست، جنگ میں بطل شجاعت، اپنے دوستوں سے سچے اور مخلص، اپنے دشمنوں کے حق میں بھی اور سیر چشم۔اس روایت اور مسلک نے انہیں مسلمانوں کی شجاعت کا ایک اعلیٰ مثالیہ بنا دیا۔‘‘

Edward Gibbon اپنی مشہور زمانہ کتاب "The Decline and Fall of Roman Empire" رقم طراز ہیں:

"He united the qualifications of a poet, a soldier and a saint; his wisdom still breaths in a collection of moral & religious sayings and every antagonist, in the combat of the tongue or of the sword, was subdued by his eloquence and valous." (۲۴)

ترجمہ:

ان کی شخصیت میں ایک شاعر، ایک سیاسی اور ایک روحانی بزرگ کی صفات مجتمع ہو گئی تھیں۔ ان کی فراست اب تک اخلاقی اور مذہبی خطبات کے مجموعوں میں نظر آتی ہے۔ ان کا کوئی مخالف بھی ان کی خطابت اور ان کی تلوار کے آگے سر نہ اٹھا سکا۔ وہ ہمیشہ ان کی فصاحت وبلاغت اور شجاعت کے آگے سر نگوں ہی رہا۔

محسن کو بھی حضرت علی کی ان صفات عالیہ کا بخوبی احساس تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی منقبوں کا بیشتر حصہ مناقب علی کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ محسن کا یہ حقیقی بند ملاحظہ ہو جس میں حضرت علی کی صفات کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

مزاج منبر، نماز ایماں، نقیب وحدت، کلام اوّل
عروج وجداں، شعور انساں، غرور یزداں، نظام اوّل
سجود عاشق، رکوع، عاقل، قعود آخر، قیام اول
خطیب کامل، ادیب، عامل، لواء کا حامل، امام اول (۲۵)

محسن نقوی نے حمد ونعت سے اپنے مذہبی کلام کا آغاز کیا اور پھر اپنے عقیدے کے مطابق آل رسول ہے اور ائمہ اطہار کی منتجبین بھی اپنے خاص اسلوب میں تحریر کیں۔ جناب فاطمۃ الزہرا کی منقبت بعنوان ملکہ عصمت میں عقیدت ومودت بھی ہے اور شاعرانہ صفات بھی اس نظم میں موجود ہیں، مثلاً جناب فاطمہ زہرا کے اسم گرامی میں جو حروف آتے ہیں انہیں ایک بند میں اس طرح پیش کیا ہے کہ جس پر محسن نقوی کی اس کاوش پر صدق دل سے داد دینی چاہیے۔

یہ "ف" سے فہم بشر کا حاصل "الف" سے الحمد کی کرن ہے
یہ "ط" سے "طہ" کے گھر کی رونق یہ "م" سے منزلِ محن ہے

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

یہ "ہ" سے ہر دوسرا کے سلطاں کے دیں کی پر نور انجمن ہے

یہ "ز" سے زینت زمیں کی "ہ" سے ہدایتوں کا ہرا چمن ہے

یہ "ر" سے رہبر رہ رفا کی "الف" سے اول نسب ہے اس کا

اسی لیے نام فاطمہ ہے جناب زہرا لقب ہے اس کا(۲٦)

حضرت فاطمہ کی سخاوت اور عقل و شعور اور ان کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام جیسے واقعات بھی ایک ایک مصرعے میں نہایت خوبی سے بیان کر دیتے ہیں۔ مثلاً:

ہوئی ہیں مسند نشین زہرا مگر نبوت کھڑی ہوئی ہے(۲۷)

اسی طرح حیا، وفا، عصمت، شرافت، حجاب اور اس کے ساتھ ساتھ یہ فضیلت کہ حسنین جیسے اماموں کی مادر گرامی ہیں۔ مذہبی روایات میں کساء نساء، اور نقطب کے رمز اکثر شعرا کے یہاں بیان ہوئے ہیں محسن نقوی نے جناب فاطمہ کی نسبت سے ان تمام واقعات کو مؤثر پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ایک شاعرانہ رخ محسن نقوی نے اپنی ایک بیت میں پیش کیا ہے جو یقیناً ان کے تخلیقی ذہن کا معیار پیش کرتی ہے۔

جو مجھ سے پوچھو تو عرض کر دوں قیاس آرائیاں غلط ہیں

یہ چاند میں داغ کب ہے لوگو جناب زہرا کے دستخط ہیں(۲۸)

اس کے بعد جو مدحت میں اشعار کہے ہیں وہ بھی اپنا خاص معیار رکھتے ہیں۔ اسی لیے اس نظم کو بھی محسن نقوی نے قصیدے کا نام دیا ہے اور یہ بھی بیان کر دیا ہے:

لکھا ہے میں نے جو قصیدہ نہیں ہے کوئی کمال میرا

یہ سب کرم ہے تیری نظر کا قلم تھا ورنہ نڈھال میرا(۲۹)

فرات فکر میں ایک نظم کا عنوان ایوان فاطمہ ہے جسے مدحیہ قصیدہ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی ہیئت میں قوافی اور ردیف کا التزام رکھا گیا ہے۔ شروع میں تین مطلع تمہید کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ آغاز میں ہی ایوانِ فاطمہ کی بلندی اور تقدس کا اظہار یوں ہوتا ہے:

کتنی بلندیوں پہ ہے ایوان فاطمہ

روح الامیں ہے صورت دربان فاطمہ(۳۰)

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

محسن نے اس نظم میں بھی فضائل حضرت فاطمہ کو تاریخی واقعات کی روشنی میں نظم کیا ہے۔ شاعرانہ التزام بھی برقرار رکھا ہے۔ مثلاً یہ شعر جو صنعت لف ونشر مرتب کی ایک اچھی مثال بھی ہے:

کیسے کروں تمیز حسن اور حسین میں
اک روح فاطمہ تو ایک جان فاطمہ ہے (۳۱)

اس نظم میں بعض متعلقین کربلا پر بھی احسان فاطمہ کا حوالہ دیا ہے۔ جیسے جناب '' ، اور جناب فضہ وغیرہ:

رومال فرق حر گواہی اس امر کی
ہے بخشش کی سلسبیل احسان ہے فاطمہ (۳۲)
میں سوچتا ہوں کہ لکھ دوں وفا کے نصاب میں
فضہ کا نام شمع شبستان فاطمہ (۳۳)

آخر میں اپنے عقیدے کا اظہار اس طرح ہوتا ہے:

باپ بہشت پر مجھے روکے گا کیوں کوئی
محسن میں ہوں غلامان غلام فاطمہ (۳۴)

محسن نے مناقب میں اپنے (اثنا عشری) عقیدے کے مطابق ائمہ اطہار یعنی حضرت علی، امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا، امام محمد تقی، امام علی نقی اور امام حسن عسکری اور امام مہدی کی شان میں بھی منتیں لکھی ہیں۔ اس کے علاوہ شہدائے کربلا اور اسیران کربلا بالخصوص امام حسین، حضرت من عباس علمدار کی بارگاہ میں بھی نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ امام حسین کی لازوال قربانی رہتی دنیا تک کے لیے تاریخ میں رقم ہو چکی ہے۔ واقعہ کربلا کے عظیم کرداروں کو خراج عقیدت پیش کرنے کی یہ روایت عرصہ دراز سے قائم ہے۔ اس عظیم قربانی کی یاد میں مسلم اور غیر مسلم غرض شاعروں کی اکثریت نے اپنے اپنے طور پر امام حسین اور ان کے رفقا کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ مولانا محمد علی جوہر کا یہ شعر تو زبان زد عام ہے:

اسلام کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین (۳۵)

اسی طرح سے اقبال نے بھی اپنی فارسی اور اردو شاعری میں کربلا میں امام حسین کی بے مثل قربانی اور ذبح عظیم کے ضمن میں کئی منقبتی اشعار کہے ہیں۔ محسن نقوی نے بھی اسی روایت کی پاسداری کرتے ہوئے امام حسین اور ان کے رفقا کی شان میں مدحیہ اشعار کہے ہیں۔ مثلاً امام حسین کی منقبت میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

نہ پوچھ کیسے کوئی شاہ مشرقین بنا
بشر کا تازہ نبوت کا نور عین بنا
علی کا خون لعاب رسول، شیر بتول
ملے ہیں جب یہ عناصر تو پھر حسین بنا(۳۶)

ایک اور منقبت جس کا عنوان ''حسین کیا ہے، میں امام حسین کی شخصیت اور کردار کو یوں واضح کیا ہے:

حسین کیا ہے؟ خیال خیمہ، خلوص خامہ، خرد خزانہ
حسین کیا ہے، زبان وحدت پہ انما کا حسین ترانہ
حسین وہ ہے کہ موت جس کو ادب سے جھک کر سلام کرلے
حسین وہ ہے جو نوک نیزہ پہ خود خدا سے کلام کرلے (۳۷)

واقعہ کربلا کا اہم تاریخی کردار جن کی شمولیت کے بغیر قربانی حسین کبھی دنیا کے سامنے اپنے حقیقی معنوں میں ظاہر نہ ہو پاتی، وہ کردار ہے زینب بنت علی کا، جن کی شخصیت کے رعب، مضبوط کردار اور فصیح و بلیغ خطبات اور صبر و استقامت کے کوہ گراں کے سامنے تمام یزیدی قوتیں پسپا ہو گئیں۔ محسن نے بعد امام حسین، حضرت زینب کے کردار اور کوفہ و شام میں خطبات کے واقعات کو یوں قلم بند کیا ہے:

گرتے ہوئے علم کو سنبھالا کچھ اس طرح
بھائی کے خوں سے دیں کو اُجالا کچھ اس طرح
تاج شہی فضا میں اُچھالا کچھ اس طرح
نطق پدر میں لہجے کو ڈھالا کچھ اس طرح
ہر بات ذوالفقار کی جھنکار بن گئی
پردہ نشیں تھی حیدر کرار بن گئی (۳۸)

حضرت عباس کی مدح میں منقبت کے اشعار ملاحظہ ہوں:

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

عباس چرخ پر مر کامل کا نام ہے

عباس بحر شوق کے ساحل کا نام ہے

عباس ضبط درد کے حاصل کا نام ہے

عباس کارواں نہیں، منزل کا نام ہے(۳۹)

اسی منقبت حضرت عباس کی دلیری اور شجاعت، کو یوں بیان کیا ہے:

عباس بے مثال دلاور کا نام ہے(۴۰)

محسن نقوی کی منقبتوں کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مناقب کو کسی مخصوص بحر اور ہیئت کے تحت نہیں لکھا ہے بلکہ ہیئتوں کے مختلف تجربے بھی کیے ہیں۔ مختلف میکوں کو برتنے کا یہ رخ جہاں محسن کے مزاج کی تغیر پسند طبیعت کی عکاسی کرتا ہے، وہاں اس امر کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ شعری محاسن اور فکری خوبیوں کے امتزاج کے ساتھ شاعری میں ہیتوں کے تجربات خوش آئند ثابت ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر عنوان چشتی کی یہ رائے اس ضمن میں اہمیت کی حامل ہے:

"ہر دور میں شعری ہیئت کے تجربے ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے ابھی تک تکنیک اور ہیئت کے تجربات کے تمام امکانات سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا ہے اس لیے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل میں ہیئت کے تجربات کا ذخیرہ اور بڑھے گا اور ان میں توازن پیدا ہو گا مگر کوئی تجربہ محض مشق و مزاولت کی بنیاد پر زندہ نہیں رہے گا بلکہ وہی تجربے زندہ رہیں گے جن میں اعلیٰ شعری خوبیاں ہوں گی۔

(۴۱)

یہاں دل چسپ نکتہ یہ ہے کہ حسن نے اپنی تمام مقبوں کو قصیدے میں شمار کیا ہے، جبکہ در حقیقت قصیدہ تو خود ایک ہیئت کا نام ہے۔ یہ قیاس غالب ہے کہ چونکہ حسن ذاکر اہل بیت بھی تھے اور پنجاب کے بیشتر ذاکرین اہل بیت کی نشان میں کی گئی مدحیہ شاعری کو قصیدہ ہی شمار کرتے ہیں، چنانچہ حسن نے بھی اپنی تمام مناقب کو قصائد ہی قرار دیا ہے۔ تاہم محسن کی منقبوں کا مطالعہ اس امر کی طرف بھی دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے عقیدے کے مطابق آل رسول ما، ائمہ کرام اور اہل بیت کی مدح میں جو اشعار کہے ہیں ان میں بعض نئی لفظیات اور تراکیب کو جگہ دی ہے۔ مثلاً منقبت امام حسن میں انہیں امن عالم کا شہزادہ اور شعاع شمس نجف سے یاد کیا ہے۔ حضرت عباس کی مدح میں ان کے لیے نبض مودت کی روانی، شجاعت کا صدف، مینارہ الماس

جیسی تراکیب ولفظیات سے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ جبکہ امام مہدی کی مدح میں حیا کی بارہ دری، غازہ دل داری سحر جیسی تراکیب ولفظیات اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ محسن نے منقبتوں میں اپنا انفرادی اسلوب قائم رکھا ہے۔

حوالہ جات

۱۔سید مسعود حسن رضوی،ادیب، ہماری شاعری،(مرتبہ) ایس ایم شفیق،نذر سنز،لاہور، باراول۱۹۸۶ء،ص۲۹

۲ ۔ محسن نقوی،موج ادراک، مشمولہ میراث حسن،ص۱۶

۳۔سید محمد ایوب نقوی،اسلام کی نامور خواتین کی سوانح حیات، عصمہ پبلی کیشنز، کراچی، باراول مئی۲۰۰۱ء،ص۴۷،۴۸

۴ ۔ محسن نقوی،فرات فکر، مشمولہ میراث محسن،ص۴۲

۵۔ایضا،ص۴۳

۶۔ایضا،ص۴۶

۷. Morris Eaves (Editor), The Cambridge Companion to William Blake, Cambridge

۸۔University Press, UK, 3rd Edition, 2006, Page 208

۹. Syed Ameer Ali, Short History of Saracens, MacMillan and Co. London, 1916, Page 52, 53

۱۰۔ظفر علی خان، مولانا،دیوان ظفر علی خان(مرتبہ) تنویر احمد علی ہجویری پبلشرز،لاہور من ندارد،ص۲۳۲

۱۱۔حفیظ جالندھری،شاہ نامہ اسلام(جلد چہارم) مجلس اردو،لاہور،۱۹۴۷ء ص۱۸۱

۱۲۔مرزا سلامت علی دبیر، جواہر دبیر، ص۲۰۱

۱۳۔علی جواد زیدی(مرتب)،انیس کے سلام، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی،۱۹۸۱ء ص۲۱۸

۱۴۔سید یوسف حسین شائق لکھنوی تجلیات انہیں منظور پرنٹنگ پریس،لاہور،۱۹۷۶ء ص۳۷

۱۵۔علی جواد زیدی(مرتب) انیس کے سلام، ص۱۱۹

Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

۱۶۔ایضاً،ص ۳۰۲

۱۷۔ محسن نقوی،حق ایلیاء مشمولہ میراث محسن،ص ۶۵

۱۸۔ایضاً،ص ۶۳

۱۹۔ایضاً

۲۰۔ایضاً،ص ۶۷

۲۱۔ایضاً،ص ۶۶

۲۲۔ایضاً،ص ۶۷

۲۳۔ایضاً،ص ۶۹

۲۴. Phillip Khuri Hitti, History of Syria, Dar As Sakafah, Egypt, 1958, Page 433 98. Edward Gibbon, The Decline and Fall of the Roman Empire, Volume V, Harper and Brothers, New York, 1908, Page 381

۲۵۔ محسن نقوی،حق ایلیا،مشمولہ میراث محسن،ص ۱۷

۲۶۔موج ادراک،مشمولہ میراث محسن،ص ۹۳

۲۷۔ایضاً،ص ۹۴

۲۸۔ایضاً،ص ۹۷

۲۹۔ایضاً،ص ۹۹

۳۰۔فرات فکر مشمولہ میراث محسن،ص ۶۷

۳۱۔ایضاً،ص ۶۸

۳۲۔ایضاً،ص

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

۳۳۔ایضاً،ص ٦۹

۳۴۔ایضاً،موج ادراک مشمولہ میراث محسن ص ۱۵٦

۳۵۔حق ایلیا مشمولہ میراث محسن،ص ۹۲

۳٦۔موج ادراک،مشمولہ میراث محسن،ص ۱۳۷

۳۷۔حق ایلیاء مشمولہ میراث محسن،ص ۱۲۱

۳۸۔ایضاً

۳۹۔عنوان چشتی،ڈاکٹر،اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے،انجمن ترقی اردو ہند،جولائی ۱۹۷۵ء ص ۲۵

۴۰۔اختر ہاشمی،ڈاکٹر مضمون : سلام اردو شاعری کی ایک اہم صنف،مشمولہ روزنامہ جنگ کراچی،مڈ ویک میگزین ۳۰ جنوری ۲۰۰۸،ص ۱۴

۴۱۔ال نجم آفندی،علامہ،کائنات نجم (جلد دوم)،(تحقیق وتدوین) ڈاکٹر سید تقی عابدی،شاہد پبلی کیشنز،نئی دہلی،۲۰۰٦، ص ۳۵۳